ڈاکٹر محمد حنیف - پروفیسر شعبہ دینیات
اسلامیہ کالج پشاور

حضرت شیخ سعدی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ۱۱۰۸ھ بمطابق ۱۶۹۶ء

برصغیر پاک و ہند کی تاریخ شاہد ہے کہ دنیا کے دیگر ممالک کی طرح اس خطۂ ارض میں بھی دین اسلام کی اشاعت و حفاظت کا سہرا علماء و مشائخ کرام کے سر ہے۔ کیونکہ ہر دور میں مذہب و سیاست دونوں کے میدان میں قیادت انہیں حضرات نے فراہم کی ہے۔ اور خصوصاً طریقہ "علیہ" نقشبندیہ کے اکابرین نے تو اس سلسلے میں بڑی اہم اور گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔

طریقہ نقشبندیہ کے بانی حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند (المتوفی ۷۹۱ھ مطابق ۱۳۸۸ء) اگرچہ بخارا میں مقیم تھے مگر وہیں سے اپنے مریدین و متوسلین کے ذریعے ساری دنیا پر ضیا پاشی کرتے رہے۔ جہاں تک برصغیر کا تعلق ہے یہاں ناشر الطریقۃ النقشبندیہ فی الہند حضرت خواجہ باقی باللہؒ (المتوفی ۱۰۱۲ھ مطابق ۱۶۰۳ء) نے اس سلسلہ کی بنیاد رکھی اور آپ کے بعد آپ کے بے شمار بالواسطہ اور بلاواسطہ مریدین نے اس طریقہ کو بے حد مقبول بنایا۔

تاریخ کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ جب یہاں پر خدمت اسلام کی کوئی تحریک اٹھی اس کی پشت پر انہیں گدڑی پوش، بوریا نشین حضرات کا سوز دروں کارفرما رہا۔ اور جب بھی گلشن اسلام کو تاراج کرنے کی کوئی سازش کی گئی تو یہی بندگان خدا سینہ سپر ہو کر میدان میں کود پڑے۔

اکبر کے دور میں جب الحاد و لادینیت کا سیلاب اُمڈا تو اس کا رخ پھیرنے کے لئے خواجہ باقی باللہؒ عزم و استقلال کا پہاڑ بن کر سامنے آئے۔ اور دربار اکبری کے لادینی رجحانات کے خلاف دیندار علماء کا ایسا مستحکم محاذ قائم کیا جس کے سامنے اکبر کے ملحدانہ نظریات کا فروغ ناممکن ہو گیا۔ خواجہ موصوف کے بعد ان کے فیض یافتہ مرید حضرت مجدد الف ثانیؒ (المتوفی ۱۰۳۴ھ مطابق ۱۶۲۴ء) تلوار آب دار بن کر ایسے چمکے جس کی آب و تاب کے سامنے معاندین اسلام کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ آپ نے اکبر کے خود ساختہ دین کی بنیاد پر ایسا بھرپور وار کیا کہ اس کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھر کر رہ گئیں۔

حضرت مجدد کے بعد ان کے خلیفہ سید السادات حضرت سید آدم بنوریؒ (المتوفی ۱۰۵۳ھ مطابق ۱۶۴۳ء)

آگے بڑھے ارشاد و ہدایت کا مسند بچھایا اور ایسے بے شمار مرید و عقیدت مند پیدا کئے جنہوں نے ملک کے گوشے گوشے میں رشد و ہدایت کے چراغ روشن کئے۔ اور نہایت پامردی سے دین اسلام کی اشاعت و حفاظت میں مصروف رہے[1]۔

ان حضرات میں سے ایک حضرت شیخ سعدی لاہوریؒ کی ذات گرامی ہے جنہیں حضرت سید آدم بنوریؒ کے خلفا میں نہایت بلند اور نمایاں مقام حاصل ہے۔

آپ کا نام سعدی، کنیت ابو عیسیٰ اور والد بزرگوار کا نام ابدال ہے۔ ۱۰۳۳ھ مطابق ۱۶۲۳ء امین آباد کے قریب اَدی[2] کے مقام پر پیدا ہوئے۔ آپ کا آبائی وطن پنجاب اور آبائی پیشہ کاشتکاری تھا[3]۔

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ ماہنامہ الرشید (دارالعلوم دیوبند نمبر) ۱۹۷۶ء، تحفظ و احیائے اسلام کی عالمگیر تحریک از مولانا مفتی محمود یا رود کوثر از شیخ محمد اکرم طبع ثانی ص ۱۲۶، ۱۲۷۔ اور Political Leader Ship among Swat Pathans (P.H.D thesis Submitted by Fredrik Barth London 1970-72

[2] امین آباد گوجرانوالہ کے شمال میں آٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ قومی شاہراہ کے ساتھ ایک پختہ سڑک کے ذریعہ ملایا گیا ہے اور امین آباد ریلوے اسٹیشن سے صرف دو میل دور ہے۔ اس کو سیالکوٹ کے ایک مشہور راجپوت راجہ نے آباد کیا تھا۔ اصل قصبہ سید پور کے نام سے مشہور تھا۔ جو سولھویں صدی عیسوی میں شیرشاہ افغان کے ہاتھوں ویران ہوا اور اس کی جگہ شیر گڑھ کے نام سے ایک نیا شہر آباد کیا گیا۔ بعد میں ہمایوں کے ایک جرنیل امین بیگ نے شیر گڑھ کو منہدم کر کے موجودہ شہر امین آباد تعمیر کرایا۔ اس شہر کی ایک مشہور تاریخی یادگار روڑی صاحب کا گوردوارہ ہے جس کے بارے میں خیال ہے کہ یہاں سکھوں کے روحانی رہنما گورونانک نے پتھروں کی روڑی کے ایک چبوترے پر اپنا بچھونا بچھایا تھا۔ یہاں پر ہر سال اپریل کے مہینے میں بیساکھی کا مشہور میلہ لگتا ہے۔ اور اس موقع پر سکھ زائرین کثیر تعداد میں ہندوستان سے پاکستان آتے ہیں۔ ملاحظہ ہو District Sensus of Gujranwala 1961 Chapter III

[3] ظواہر السرائر کا جو نسخہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے کتب خانہ میں موجود ہے اس کے صفحہ ۱۶۴ پر گاؤں کا نام "ادی" لکھا ہے۔ جبکہ اس کتاب کے ایک دوسرے دستیاب نسخے میں "آدی" تحریر کیا گیا ہے۔ مگر چونکہ پنجاب اور ضلع گوجرانوالہ کی مردم شماری رپورٹ میں اس نام کا کوئی گاؤں موجود نہیں اور نہ کسی دوسرے ذریعے سے اس کی تائید ہو سکی۔ لہذا وثوق کے ساتھ یہ دعویٰ کرنا مشکل ہے کہ اس گاؤں کے نام کا اصل تلفظ کیا ہے۔ ممکن ہے مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ دیگر کئی بے شمار شہروں اور مقامات کی طرح اس گاؤں کا نام بھی بدل کر کوئی دوسرا نام رکھا گیا ہو۔ یا تغیرات انقلابات زمانہ کا شکار ہو کر اس کا نام و نشان ہی مٹ چکا ہو۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

آپ کی ولادت کے بارے میں دو صاحبان کشف و کرامت فقراء کی پیشین گوئی

حضرت سعدیؒ کی زندگی خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور عجیب و غریب واقعات کی ایک دلچسپ کہانی ہے۔ آپ کے والد ماجد کا بیان ہے کہ ایک زمانے میں میں بہت دولت مند تھا مگر چونکہ گھر میں اولاد نرینہ نہ تھی اس لئے ہر وقت دل میں بیٹے کی فکر موجزن رہتی تھی۔ اور اس سلسلے میں ہمیشہ علما و فقرا سے دعا کی درخواست کیا کرتا تھا۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن ایک صاحب کرامت درویش آیا۔ میں اسے عزت و احترام سے گھر لے گیا حتی المقدور اس کی خدمت اور مہمانداری کے حقوق ادا کئے اور جب وہ جانے لگا تو اس سے بیٹے کے لئے دعا کی التجا کی۔ یہ سن کر اس بزرگ کے چہرے پر بشاشت و مسرت کے آثار نمودار ہوئے۔ اور ایک باکمال و سعادت مند فرزند کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا؛

"اللہ کی توفیق و تائید سے تیرے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا۔ جو اپنے آئینہ سحر کو اخلاق ذمیمہ کی برائیوں سے پاک کرے گا اور اپنے چہرہ روح کو صفات حمیدہ کے زیور سے آراستہ کرے گا تا آنکہ حد استقامت کے قریب ہو جائے گا اور اس کمال کے حصول سے صراط پہ گذر اپنے لئے آسان کرے گا۔ اور اوصاف کمال جو فضائل اخلاق انسانی کے اصول ہیں وہ دس ہیں اور تمام اچھی صفات کی شاخیں انہی سے نکلتی ہیں۔ وہ دس اصول یہ ہیں:

علم۔ حلم۔ حیا۔ سخاوت۔ تقویٰ۔ شجاعت۔ عدل۔ صبر۔ صدق اور یقین۔ ان صفات کا کمال ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور میں نہیں پایا جاتا۔ انبیاء، صلحا اور علماء دین سے ہر ایک کو ان حقائق کی مقدار حصول کی نسبت سے روحانیت احمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رابطہ قائم ہو جاتا ہے۔ اور تیرا بیٹا ان حضرات میں سے ایک ہوگا۔ جو ان صفات کے حقائق سے متصف ہوگا۔ اس کی ذات اللہ کی منظور نظر اور ذات نامتناہی کی غایت عالیہ کی برگزیدہ ہو جائے گی وہ انسان کی شکل میں ایک فرشتہ ہوگا وہ اپنے دور میں بے مثل اور دنیا والوں کا رہبر ہوگا۔ طہارت و صفائی محبت و شوق اور رضا و توحید کی صفات اس پر غالب ہوں گی۔ اور ان صفات کاملہ کے آثار ان کے زیب حال و استقبال اور نور جمال کا باعث ہوں گے۔ ان کی معرفت و شہود حال و استقبال کی قید سے آزاد ہوگی۔ ان کو فضاء احدیت میں مسلسل اللہ کی ذات کا جلوہ حاصل رہے گا اور اس کو اسرار و حقائق کے معلوم کرنے کے لئے قیام قیامت کی ضرورت نہ ہوگی۔ بمصداق لو کشف الغطاء ما ازددت یقیناً[1] وہ ہوگا کہ ان صفات کو بدرجہ کمال حاصل کرے گا۔ زمین و آسمان والے اس کے احکام سلطنت کے محکوم اور اس کے جلالت تصرف کے آگے مغلوب

بقیہ حاشیہ صد ۳؎ ملاحظہ ہو ظواہر السرائر (کتب خانہ شہر کوہاٹ) ص ۲۱۸۔ جناب عبدالحلیم اثر نے اپنی کتاب روحانی رابطہ کے صفحہ ۴۶ پر حضرت سعدی کا مقام پیدائش سرہند اور سن پیدائش ۱۰۰۳ھ بتایا ہے۔ مگر شیخ سعدی کے مرید حضرت میاں محمد عمر چمکنی المتوفی ۱۱۹۰ھ) کے فوق الذکر بیان سے مؤلف موصوف کی دونوں باتوں کی تردید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

۱؎ یہ حضرت علی رضا کا مقولہ ہے ملاحظہ ہو رشحات عین الحیات از واعظ کاشفی (قلمی) صفحہ ۲۳۵ کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور

ہوں گے۔ مشرق و مغرب اس کے نور ارشاد سے منور ہو جائیں گے اور اس کی ذات دنیا والوں کے لئے غنیمت ہو گی۔ اس کا نام "محمد صادق" یا "سعدی" رکھنا اور اس سے محبت رکھنا کیونکہ وہ کارگاہ ولایت کا مقبل اور بارگاہ الٰہی کا مقبول ہو گا۔[1]

فرماتے ہیں کہ جب سعدی حکم ایزدی سے ماں کے پیٹ میں قرار پائے اور ابھی چند ماہ کے تھے کہ ایک اور صاحب حال فقیر آیا۔ اس کو بھی اپنے ہاں ٹھہرایا اور اس کی خدمت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ میں نے اس سے بھی بیٹے کے لئے دعا کی درخواست کی۔ وہ یہ سنکر بہت خوش ہوا اور مبارک باد دیتے ہوئے فرمایا۔

"سعدی مبارک ہو اور یہ ایک بیٹا ہے جو آپ کے ہاں پیدا ہو گا۔ اور منہج ہدایت کا سائیر۔ خطہ غایت کا ساکن۔ بساط رضا و تسلیم میں ملازم اور کفر و شر کے آثار کو مٹانے والا ہو گا۔ اگرچہ وہ جہلا کی نظر میں حقیر و بے مقدار ہو گا مگر درگاہ الٰہی میں بہت بڑا اور بزرگوار ہو گا۔ اگرچہ الوصفت اور کم بخت لوگوں کے نزدیک زید و بکر سے کم ہو گا۔ مگر درحقیقت وہ مسند تصرف، فیوض رسانی اور روحانی انفاس کی برکتوں کے پھیلانے کے لحاظ سے ایک پورا جہان ہو گا۔ اگرچہ دشمن اور مخالفین اپنی کم نظری اور کوتاہ بینی سے اس برگزیدہ شخصیت کی صورت بشری کو دیکھیں گے اور اس کو عالم صورت کا ایک مرد اور قید خانہ فطرت کا ایک قیدی شمار کریں گے۔ لیکن اس کی ذات لطیف زمین و آسمان کے صدف کا ایک موتی ہو گا۔ اس کے انفاس شریفہ پر دنیا اور دنیا والوں کے نظام کا مدار ہو گا۔ اس کے اچھے اخلاق و افعال کی متابعت اہل زمانہ کے لئے حصول ثواب کا سبب اور اس کی سنن مرضیہ کے آثار اہل زمانہ کے لئے رشد و ہدایت کی دلیل ہوں گے۔ اور اگرچہ بظاہر وہ ایک انسان ہو گا لیکن اسرار و معانی کی بلندی و عظمت کے لحاظ سے حقیقت میں ایک پورا عالم ہو گا۔ تیرا وہ بیٹا شاہان عالم حقیقت اور اساطین ارباب طریقت میں سے ہو گا۔ وہ ہمیشہ منازل صفا کو وفا کے قدموں سے سر کرے گا۔ اور نصائح کے تیشہ سے اہل جفا کے نفوس کی اراضی سے شقاوت کا کانٹا نکال لے گا۔ اور وہ اس دنیا والوں کے رہبر کے نصیبے کی برکت عاصیان دنیا کو شقاوت و بدبختی کے گڑھوں کی گہرائی سے نکال باہر کرے گا۔ اور اس مکمل کا فیض راہ سلوک کے مہجوران قاصر کو سعادت کے درجۂ کمال پر پہنچائے گا۔ اور وہ اپنے اور میں مجددین کا سربراہ اور کون و مکان کا زبدہ و خلاصہ ہو گا۔ اس کا نام سعدی رکھنا۔ اور اس کی سعادت مندی کا آفتاب ساری دنیا میں چمکے گا۔[2]

اللہ کی شان دیکھئے ان دو درویشوں کی پیش گوئی حرف بحرف ثابت ہوئی۔ اور دنیا نے دیکھا کہ خدائے ذوالجلال نے واقعی آپ کو جلال و جمال کی تمام اوصاف سے مزین فرمایا تھا

---

[1] ظواہر السرائر قلمی از میاں محمد عمر چمکنی متوفی ۱۱۹۰ھ۔ کتب خانہ شہر کوہاٹ ص ۱۶۵ [2] ایضاً ورق ۲۱۸

ایں سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

رہتاس میں آمد اور جنّ ولی کا ظہور | خداوند کریم نے آپ کو نہایت تیز حافظہ عنایت فرمایا تھا۔ ابتدا سے لے کر آخر تک اپنی زندگی کے تمام حالات خود بیان کئے ہیں۔ چنانچہ اپنے زمانہ طفولیت کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سفر کشمیر کے دوران جب سلطان جہانگیر (متوفی ۱۰۳۷ھ مطابق ۱۶۲۷ء) کا انتقال ہو گیا اور لوگ اس کی لاش کو لاہور لے جا رہے تھے۔ ہمارے گاؤں کے بہت سے آدمی اس کی لاش اور لاؤ لشکر کو دیکھنے کے لئے چل پڑے۔ میرے والد ماجد بھی مجھے کندھے پر بٹھا کر راستے کی طرف نکل آئے۔ اور اس وقت میری عمر تقریباً تین برس کی تھی[۱]

حضرت سعدی فرماتے ہیں کہ میرے نانا رہتاس[۲] میں رہتے تھے اور میری نانی صوم وصلوٰۃ کی پابند ایک زاہدہ اور عابدہ و پرہیزگار خاتون تھیں میں پانچ برس کا تھا کہ وہ مجھے رہتاس لے گئیں اور جب میں اپنے ہم سن بچوں کے ساتھ قلعہ رہتاس سے باہر آتا تو میری نانی فرماتیں کہ قلعہ کے دروازہ کی جانب ایک لال برج ہے وہاں ایک جنّ ولی رہتا ہے اس طرف ہرگز نہ جانا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تجھ پر ظاہر ہو جائے اور تجھے اس کے دیکھنے کی طاقت نہ ہونے کی وجہ سے نقصان پہنچ جائے۔

سعدی فرماتے ہیں کہ اس وجہ سے میں اس طرف جانے سے احتراز کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک رات میں پڑوس کے کئی لڑکوں کے ساتھ قلعہ سے باہر آیا۔ جب رات کا کچھ حصہ گذر چکا تو تمام لڑکے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اور میں تنہا ایک پتھر پر بیٹھا رہ گیا۔ دریں اثنا دل میں یہ خیال آیا کہ اگر وہ جن ولی جو اس برج میں رہتا ہے اور میری نانی اکثر اوقات مجھے اس کے متعلق بتاتی ہیں اور اس طرف جانے سے روکتی ہیں۔ ظاہر ہو جائے تو کتنا اچھا ہو۔ یہ خیال آتے ہی اس برج سے روشنی نمودار ہوئی۔ اور ساتھ ہی نقارہ بجنے کی آواز سنائی دینے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ہاتھ میں عصا لئے دستار باندھے۔ سفید لباس میں ملبوس ایک معمر باشکوہ بزرگ ظاہر ہوئے۔ اور نہایت وقار و تمکنت سے آگے بڑھتے ہوئے میرے قریب آ پہنچے۔ میں نے ان کی جانب کوئی توجہ نہ دی۔ اور اپنے کام میں لگا رہا۔ وہ میرے پاس بہت دیر تک کھڑے رہے میں سمجھ گیا کہ وہ میرے حال کی طرف اپنی توجہ مرکوز کر رہے ہیں۔ اس کے بعد وہ اس لال برج کی طرف روانہ ہوئے اور روشنی غائب ہو گئی۔ ان کے چلے جانے کے بعد مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ اپنی خبر نہ رہی۔

---

[۱] جواہر السرائر۔ کوہاٹ ص ۲۲۳ [۲] رہتاس (یا روتاس) ایک مشہور قلعہ ہے جس کا بانی شیرشاہ سوری تھا جہلم سے مغرب کی جانب ۱۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ تاریخ سلطانی ص ۷۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۷ ۵۵

جب آپ کی نانی تہجد کی نماز کے لئے اٹھیں اور آپ کو بستر پر نہ پایا تو نہایت اضطرار و اضطراب کی حالت میں تمام گھر والوں کو بیدار کر کے آپ کی تلاش شروع کر دی۔ بہت جستجو کے بعد ایک پتھر پر آپ کو مراقبہ اور استغراق میں پایا اور وہاں سے اٹھا کر گھر لے گئے۔

اس واقعہ کے بعد آپ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ ہر وقت ایسے مستغرق رہتے تھے کہ اپنی اور دوسروں کی قطعاً خبر نہ رہتی۔ اور جب دو تین روز بعد ہوش میں آتے تو صحرا کی طرف چل دیتے اور گوشۂ تنہائی میں مراقبہ میں مشغول ہو جاتے۔ کھانے پینے سے لاتعلق رہتے اور شدید گرمی کے موسم میں مراقبہ میں ایسے مستغرق ہوتے کہ سورج نصف النہار پر آ جاتا اور آپ شدت گرمی سے بے خبر ہوتے۔ اس استغراق کی حالت میں سانپ اور بچھو آپ کے بازوؤں کے ساتھ چمٹ جاتے اور جب آپ مراقبہ سے سر اٹھاتے تو سانپ اور بچھو آپ کو چھوڑ کر چلے جاتے۔[1]

<u>امین آباد میں واپسی</u> آپ کی نانی اماں حتی المقدور آپ کو گھر سے باہر نہ جانے دیتیں مگر آپ موقعہ پا کر صحرا میں جا کر مراقبہ میں مشغول ہو جاتے۔ اکثر و بیشتر رات وہیں گذارتے۔ یہ حالت دیکھ کر آپ کی نانی متردد و پریشان ہو جاتیں لہٰذا آپ کو لا کر والدین کے سپرد کر دیا۔ مگر وہاں بھی یہی کیفیت رہی۔ لوگوں سے الگ ہو کر صحرا میں چلے جاتے۔ ایک بار آپ حسبِ معمول صحرا میں تشریف لے گئے آپ کے والد ماجد تحقیق احوال کی خاطر آپ کے پیچھے چلے گئے اور کچھ فاصلہ پر بیٹھ کر دیکھنے لگے۔ اتنے میں ایک بڑا سانپ آیا اور آپ کے والد ماجد کی پشت پر چڑھ گیا۔ اور اپنا سر ان کی گردن کے برابر سے نکالا۔ یہ دیکھ کر ان پر ہیبت طاری ہو گئی اور بے اختیار ہو کر زور زور سے چلائے۔ حضرت سعدی نے مراقبہ سے سر اٹھا کر پیچھے دیکھا اور جونہی آپ ان کی طرف نگاہ ڈالی تو سانپ اتر کر صحرا کی جانب چل دیا یہ حالات دیکھ کر آپ کے والد نے کہا کہ میرے دل میں جو خطرہ پیدا ہو گیا تھا وہ دور ہو گیا ہے۔ اور تم پر جو جذبہ شوقِ الٰہی غالب ہو گیا ہے سو تم جہاں چاہو رہو۔ اور تمہارے ذمے جو میرے حقوق تھے وہ میں نے معاف کر دئے۔

امین آباد سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک گنجان جنگل واقع تھا۔ جہاں جنگلی جانور اور درندے بکثرت رہتے تھے جب آپ کی عمر سات برس کی ہوئی تو اس جنگل میں جا کر مسلسل کئی دن رات گذار دیتے۔ سانپ آتے اور آپ کے سر اور بازوؤں سے لپٹ جاتے اور جنگلی جانور آپ کے گرد حلقہ باندھ کر جمع ہو جاتے۔

آپ کے والد ماجد کا بیان ہے کہ جب چند دن گذر جاتے اور آپ گھر نہ آتے تو شوق دیدار سے مجبور ہو کر میں اس خطرناک جنگل میں چلا جاتا۔ وہاں جا کر دیکھتا کہ جنگلی جانور اور درندے ان کے گرد حلقہ باندھے ہوئے ہیں اور آپ ان کے درمیان یادِ الٰہی میں مصروف اپنے خالق و مالک کے ساتھ لو لگائے ہوئے ہیں۔ جب آپ مراقبہ سے

---

[1] ظواہر السرائر (کوہاٹ) ص ۱۶۸ تا ۱۷۰

سر اٹھاتے اور مجھ پر آپ کی نظر پڑتی تو آداب فرزندانہ بجا لا کر بہت زیادہ منع کرتے اور فرماتے کہ

"درچنیں محل مہیب و ہولناک نمی آمدہ باشید مبادا از ایں سباع و وحوش شمارا آسیبی وگزندی رسد۔"[1]

ترجمہ۔ ایسی خوفناک و ہولناک جگہ میں نہیں آنا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ درندوں اور جنگلی جانوروں سے آپ کو کوئی گزند نہ پہنچے۔

شیخ سعداللہ وزیر آبادی کی معیت میں سید آدم بنوری کی خدمت میں پہلی بار حاضری

حضرت سعدی کو کم عمری میں حضرت سید آدم بنوری کی صحبت سے فیض یاب ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ میری عمر آٹھ یا نو برس کی تھی۔ کہ ایک روز میں جنگل سے باہر آیا اور گاؤں کے قریب ایک کنوئیں کے کنارے وضو کرنے لگا تھا میں مولانا سعداللہ وزیر آبادی۔ سید آدم بنوری کی ملاقات کی غرض سے فقرا کی ایک جماعت کے ہمراہ اس راستے سے گزرے۔ جب مجھے وضو کرتے دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور اپنے احباب و رفقاء سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس کم عمری میں یہ بچہ کتنی احتیاط کے ساتھ وضو کر رہا ہے۔ پھر مجھ سے پوچھا کہ یہیں رہتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ چل پڑے تو میں نے سید موصوف کے بعض دوستوں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سعداللہ وزیر آبادی ہیں۔ اور اپنے پیر کے حضور بنور جاتے ہیں۔ بنور کا نام میرے ذہن میں پہلے سے موجود تھا۔ چنانچہ چند دن گذرنے کے بعد جذبۂ شوق الٰہی اور محبت باطنی نے مجھ پہ غلبہ پا لیا۔ چنانچہ میں بھی حضرت بنور کی جانب روانہ ہوا۔ دریائے لدھیانہ کے قریب حاجی سعداللہ کی جماعت سے جا ملا۔ بنور پہنچ کر سید آدم بنوریؒ کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ سید آدم بنوری نے سعداللہ وزیر آبادی سے ہر فقیر کے متعلق علیحدہ علیحدہ دریافت کیا۔ آخر میں میری باری آئی تو پوچھا یہ لڑکا کون ہے مولانا سعداللہ نے فرمایا کہ یہ بچہ بھی ہمارے ہمراہ آیا ہے اور عجیب وغریب احوال و معاش کا مالک ہے۔ جیسے راستے میں نہ تو کھانے پینے کی طرف رغبت ظاہر کی نہ فقرا کے ساتھ میل جول رکھا اور ہر وقت ذکر و فکر میں مشغول رہتا ہے یہ سن کر حضرت سید آدم بنوری نے مولانا موصوف سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"مگوئید کہ ایں پسر ہمراہ من آمدہ است بلکہ گوئید کہ ما ہمراہ ایں پسر آمدہ ایم۔ وایں پسر سعادت مند ازلیست ومقبول لم یزلی اگر بروز حشر و نشر حق سبحانہ شمارا بخشد بہ طفیل یہ خواہد بود کہ چنیں مردی بہ رفاقت شمارا دریں جا رسیدہ است"

(یعنی مت کہو کہ یہ لڑکا ہمارے ہمراہ آیا ہے بلکہ یہ کہو کہ ہم اس لڑکے کے ہمراہ آئے ہیں یہ لڑکا ازل سے سعادت مند اور خداوند لم یزل کی درگاہ میں مقبول ہے اگر قیامت کے دن خدا تم کو بخش دے تو اس بچہ کے طفیل

---

[1] ظواہر السرائر د پنجاب یونیورسٹی لاہور ص ۲۴۰

بخشے گا۔ کہ ایسا آدمی تمہاری رفاقت میں آیا ہے۔"

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سید آدم بنوریؒ نے مجھے بلا کر پوچھا۔

"تیرا نام کیا ہے؟" میں نے کہا "سعدی"۔

یہ سن کر مبارک باد دی اور فرمایا جہاں کہیں بھی رہو تم سعدی ہو اور جہاں کہیں بھی جاؤ تم سعدی ہو اور پھر مکرّر فرمایا سعدی! سعدی!! سعدی!!! جس کسی کو ازل نے سعادت مند بنا دیا ہے وہ ہر وقت اور ہر گھڑی سعادت مند ہے۔[لہ]

لہ ظواہر السرائر، پنجاب یونیورسٹی لاہور۔ ص ۱۴۱-۲۔

سعدی نام کی تحقیق۔ جناب عبدالحلیم اثر اپنی کتاب "روحانی تڑلون" میں شیخ سعدی کے حالات کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ سعدی کا اصل نام سعد اللہ تھا۔ مگر ان کے پیر از راہ پیار و محبت ان کو "سعدی" کہہ کر مخاطب کرتے تھے موصوف کا یہ بیان محل نظر ہے اس لئے کہ اپنے پیر سید آدم بنوری کے ساتھ جب آپ کی پہلی بار ملاقات ہوئی۔ جب کہ آپ ابھی حلقۂ مریدین میں بھی شامل نہیں ہوتے تھے۔ اور حضرت سید آدم بنوری حضرت سعدی سے نام کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ تو آپ جواب دیتے ہیں کہ میرا نام "سعدی" ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ گذشتہ اوراق میں بیان ہو چکا ہے کہ جب سعدی کے والد نے یکے بعد دیگرے دو صاحبان احوال فقراء سے بیٹے کے لئے دعا مانگنے کی درخواست کی تو انہوں نے دعا کے بعد نہ صرف ایک سعادت مند بیٹے کی بشارت دی بلکہ خود اس موقعہ پر اس کے لئے نام بھی تجویز فرمایا اور ہدایت کی کہ "نام وی را سعدی گذاری" یعنی اس کا نام سعدی رکھنا۔ ظاہر ہے کہ شیخ سعدی کے والد بزرگوار اپنے بیٹے کو جن فقراء کی دعا کا نتیجہ سمجھتے ہیں ضرور انہیں کا تجویز کردہ نام رکھا ہوگا۔

راقم الحروف کے نزدیک یہاں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ لفظ "بلخاری" کی بھی وضاحت کی جائے۔ اس لئے کہ حضرت میاں صاحب چمکی نے اپنی کتاب "ظواہر السرائر" میں اپنے مرشد حضرت سعدی کے حالات کو نہایت تفصیل کے ساتھ قلمبند کیا ہے۔ اس طرح ایک اور معاصر عالم اور سعدی کے پیر بھائی محمد ابن بدخشی نے بھی اپنی کتاب "نتائج الحرمین" (قلمی) میں آپ کے حالات تحریر فرمائے ہیں۔ مگر دونوں کتابوں میں سعدی کے ساتھ "بلخاری" کا استعمال نہیں کیا گیا ہے۔

متاخرین تذکرہ نگاروں میں غالباً سب سے پہلے مفتی غلام سرور لاہوری نے سعدی کے ساتھ لفظ "بلخاری" کا اضافہ کیا ہے اور اس کے ایک اور معاصر تذکرہ نگار مولوی نور احمد چشتی نے اپنی کتاب "تحقیقات چشتی" میں اس کا اتباع کیا ہے لیکن دونوں حضرات نے جن مصادر سے استفادہ کیا ہے ان میں سے دونوں قابل ذکر ماخذ یعنی "ظواہر السرائر"

اس گفتگو کے بعد حضرت سید آدم بنوری نے آپ کے ساتھ نہایت محبت وشفقت کا اظہار کیا۔ ذکر باطنی کی نعمت عظمیٰ سے بہرہ مند کیا۔ اور بعد ازاں اپنے حرم محترم میں لے جاکر نوازشات بے غایات سے سرفراز فرمایا۔ حضرت سعدی اس ملاقات کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"پس غایت ہائے بے شمار و تلطفات بسیار کرد و ہمراہ خود بہ حرم محترم برد و بہ اہل حرم ہم مخاطب شدہ فرمود کہ امروز کودک خورد سال صالح، سعادت منداز لی رسیدہ است کہ بہ غایت نیکو می نماید و دریں اوان طفولیت و خورد سالی بہ صحبت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مشرف و معزز و مکرم است و حضرت فاطمۃ الزہرا وی را بہ فرزندی قبول کردہ است و کار او بہ غایت عجیب و معاملہ غریب است[1]

ترجمہ: پس بہت زیادہ لطف وکرم فرمایا اور اپنے حرم محترم میں اپنے ساتھ لے گیا۔ اور اہل خانہ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ آج ایک صالح سعادت منداز لی چھوٹا بچہ پہنچا ہے۔ کہ بہت ہی اچھا معلوم ہوا اور اس بچپن کے زمانے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف ہے۔ اور حضرت فاطمۃ الزھرا رضؓ نے ان کو اپنی فرزندی میں قبول کر لیا ہے اور ان کا کام اور معاملہ بہت ہی عجیب و غریب ہے۔

شیخ اسداللہ لاہوری کے ہمراہ حضرت سید آدم بنوری کی خدمت میں دوبارہ حاضری

سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد حضرت سعدی نے ملازمت اختیار فرمائی۔[3] ایک دن اپنے آقا کے ہمراہ شیخ اسداللہ لاہوری[4]

بقیہ حاشیہ صفحہ

اور "نتائج الحرمین" میں اس کا کہیں ذکر نہیں آیا

سی۔ اے۔ شوری اپنی کتاب پرشین لٹریچر میں لکھتا ہے کہ اصل میں یہ لفظ "بخاری" ہے۔ مگر تاریخ وفات کا جملہ لکھتے وقت ضرورت کی بنا پر حرف "ل" کا اضافہ کرکے "بلخاری" میں تبدیل کیا گیا ہے۔

مؤلف موصوف کی یہ توجیہہ بھی درست معلوم نہیں ہوتی کیونکہ "خزینۃ الاصفیا" کے مصنف مفتی غلام سرور لاہوری نے نہ صرف قطعہ تاریخ میں بلخاری کا لفظ استعمال کیا ہے بلکہ کتاب کے عنوانات کی فہرست میں بھی شیخ سعدی بلخاری لاہوری لکھا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ عنوان تاریخ وفات کی نشاندہی کے لئے قائم نہیں کیا گیا۔ اور نہ ہی اس سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایک حقیقت کو بگاڑ کر اس کو دوسرے بے معنی لفظ میں تبدیل کرنے کے بغیر بھی مؤلف موصوف قطعہ تاریخ وفات لکھنے پر قادر تھے۔ اور ان کی کتاب میں بے شمار قطعات تاریخ اس پہ شاہد ہیں۔ اس لئے میرے خیال میں اس سلسلے میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ واللہ اعلم (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کی خدمت میں حاضری دی۔ شیخ اسداللہ فرماتے ہیں کہ پہلے سعدی کے آقا نے طریقہ مروجہ کے مطابق سلوک و طریقت میں تلقین حاصل کی۔ اس کے بعد کہا کہ میرے نوکر کو بھی اس طریقے کی تلقین کیجئے۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ تلقین کے بعد وہ بے شعور ہوا اور چند روز تک استغراق میں مست پڑا رہا اور جب میں اس پر متصرف ہونے سے قاصر ہوا تو مجبوراً اسے حضرت سید آدم بنوری کی خدمت میں لے گیا اور اس روز سے آپ مستقلاً حضرت آدم بنوری کی صحبت و تربیت میں رہ کر ترقی کے منازل طے کرتے رہے۔

شیخ اسداللہ لاہوری کی زبانی یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"چوں حال او بہ کمال ترقی گرفتہ بود و در خود قوت آں نہ دیدم کہ بر اعمت صرف شوم ناچار پیش مرشدی خلیفۃ الزمان آوردم ایشان چوں مریدان مرا دیدند ہر یک را احوال پرسی کردند و شیخ سعدی را ہیچ نہ گفتند روزی فرمودند یا اسد اللہ در یاران تو ایں پسر خوب صاحب استعداد است و تربیت او برماست از آں روز در تربیت آں حضرت بودہ و روز بروز ترقی مے کرد[۱]"

ترجمہ۔ چونکہ اس کا حال ترقی کی منزل تک پہنچ گیا تھا۔ میں نے اپنے اندر وہ طاقت نہ پائی کہ ان پر متصرف ہو جاتا مجبوراً اپنے پیر و مرشد خلیفۃ الزمان (حضرت سید بنوری) کے پاس لے آیا۔ آپ نے میرے مریدوں کو دیکھا تو ہر ایک کا حال پوچھا اور شیخ سعدی کے بارے میں کچھ نہ کہا۔ ایک دن مجھے فرمایا کہ اے اسداللہ! تیرے دوستوں میں یہ لڑکا بہت صاحب استعداد

بقیہ حاشیہ صفحہ

۵ ظواہر السرائر (لاہور) ص ۲۴۱)

۵۲ شیخ سعدی نے نوکری کس کے ہاں کی۔ اس بارے میں مستند معلومات دستیاب نہ ہو سکیں۔ ظواہر السرائر اس سلسلے میں خاموش ہے۔ گو نتائج الحرمین میں نوکری کا ذکر تو کیا گیا ہے مگر آقا کا نام نہیں بتایا گیا۔ شیخ اسداللہ نے بھی اپنے بیان میں صرف "آقا" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ خزینۃ الاصفیاء میں نوکری کا کوئی ذکر نہیں البتہ صاحب تحقیقات چشتی نے شیخ سعدی کے حالات کے ضمن میں لکھا ہے کہ "آپ ابتدا میں شاہجہان کی فوج میں ملازم تھے"۔ کسی دوسرے مستند ذریعہ سے اس کی تائید نہ ہو سکی۔ لیکن قرین قیاس یہی ہے کہ آپ شاہجہاں کی فوج میں ملازم رہے۔ کیونکہ زمانہ ایک ہے اور تاریخی شواہد سے ثابت ہے کہ شاہجہان اور اورنگ زیب کی فوج میں بڑے بڑے صاحب طریقت بزرگ ملازم رہے ہیں

۵۳ شیخ اسداللہ لاہوری، سید آدم بنوری کے محبوب مقبول احباب میں سے تھے اور اپنے دور کے مشہور بزرگ گذرے ہیں مفصل حالات ملاحظہ ہوں نتائج الحرمین (قلمی) مولانا محمد امین چشتی ۱۱۴۱ھ ص ۱۹۹ تا ۲۰۳

باقی صفحہ

۱ ملاحظہ ہو نتائج الحرمین از مولانا محمد امین چشتی ص ۱۹۹ تا ۲۰۳